بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مورخہ: ۷ ربیع الاول، ۱۴۳۶ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

استفتاء عرض ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے یہ کہے: "ایک، دو، تین، میں نے طلاق دے دی" یا "ایک، دو، تین، طلاق دے دی میں نے" یا ایک، دو، تین، طلاق ہے تجھے۔ "تو صورتِ مذکورہ میں ایک طلاق واقع ہوگی یا تین طلاق۔؟

واضح رہے کہ مذکورہ صورت ہمارے ہاں مختلف فیہ ہے:

فریقِ اول:

جس میں بعض بڑے علماء بھی شامل ہیں، کا کہنا ہے کہ ایک، دو، تین کا عدد لغو ہے: ان کا استدلال درج ذیل عبارت سے ہے:

(وَالطَّلَاقُ يَقَعُ بِعَدَدٍ قُرِنَ بِهِ لَا بِهِ) نَفْسِهِ عِنْدَ ذِكْرِ الْعَدَدِ، وَعِنْدَ عَدَمِهِ الْوُقُوعُ بِالصِّيغَةِ. (ردالمحتار، ج۳، ص۲۸۷)

طریقِ استدلال یہ ہے کہ یہاں عدد موجود تو ہے، لیکن مقرون نہیں۔ چونکہ ایک، دو، تین کا ربط مابعد کے ساتھ نہیں، اس لیے مقارنت مفقود ہے۔

نفیِ ربط کی دلیل یہ ہے کہ یہاں عدد اور طلاق کے درمیان کوئی حرفِ ربط موجود نہیں۔ فبانتفاء الربط يصير العدد لغوا۔ پھر طلاق کے لفظ سے صرف ایک ہی واقع ہوگی۔

بصورتِ وجودِ حرفِ ربط فریقِ اول بھی تین طلاق کے وقوع کا قائل ہے۔ مثلاً یوں کہا جائے: ایک دو تین کے ساتھ تجھے طلاق ہو۔

فریقِ ثانی:

فریقِ ثانی کا استدلال بھی اسی عبارت کے منطوق سے ہے۔ طریقِ استدلال یہ کہ یہاں عدد اور طلاق کے درمیان مقارنت واتصال موجود ہے اور نفیِ مقارنت کے لیے کوئی دلیل نہیں۔ وجہ یہ کہ مقارنت فی التلفظ تو ظاہر ہے، البتہ یہ مقارنت اُس وقت غیر معتبر ہوتی ہے جب مقارنت کے ساتھ امرِ منافی موجود ہو اور یہاں منافی موجود نہیں۔ کتبِ فقہیہ سے منافی کی چند صورتیں مفہوم ہوتی ہیں:

۱: عدد وطلاق کے درمیان سکوتِ متکلم واقع ہو:

وَلَا بُدَّ مِنْ اتِّصَالِهِ بِالْإِيقَاعِ، وَلَا يَضُرُّ انْقِطَاعُ النَّفَسِ فَلَوْ قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ وَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ ثَلَاثًا فَوَاحِدَةٌ، وَلَوْ انْقَطَعَ النَّفَسُ أَوْ أَخَذَ إنْسَانٌ فَمَهُ ثُمَّ قَالَ ثَلَاثًا عَلَى الْفَوْرِ فَثَلَاثٌ. (ردالمحتار، ج۳، ص۲۸۷)

جبکہ صورتِ مسئولہ میں سکوتِ متکلم منفی ہے۔ سکوت والی صورت میں تو کوئی نزاع نہیں۔

۲: عدد وطلاق کے درمیان کوئی ایسا کلام واقع ہو جو فقہاءؒ کے نزدیک فاصل شمار ہوتا ہو جس سے مقارنت منفی ہو جائے: مثلاً

ولا بد من كون العدد متصلا بالايقاع ..... ولو قال أنت طالق اشهدوا ثلاثا فواحدة، ولو قال فاشهدوا فثلاث. (البحر الرائق، ج۳، ص۵۰۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

جبکہ بعض صورتوں میں عدد وطلاق کے درمیان اگرچہ فصل موجود ہوتا ہے، لیکن عند الفقہاءؒ وہ مقارنت کے لیے منافی نہیں ہوتا، مثلاً

ولو قال لغير المدخولة أنت طالق يا فاطمة أو يا زينب ثلاثا تقع الثلاث، ولو قال أنت طالق اشهدوا ثلاثا فواحدة، ولو قال فاشهدوا فثلاث (البحر، ج۳، ص۵۰۹)

صورت مسئولہ میں تو عدد و طلاق کے درمیان مطلقاً کوئی لفظ یا کلام ہی نہیں، فضلاً عن ان یکون فاصلاً۔

خلاصہ یہ کہ مقارنتِ عدد و طلاق فی التلفظ موجود ہے، جبکہ امر منافی کوئی نہیں جس سے مقارنت غیر معتبر ہو جائے، فوجب اعتبارہ

استدلالِ فریقِ اول کا جواب:

فریقِ اول کے استدلال کا مبنیٰ یہ ہے کہ ربط بین العدد و الطلاق منتفی ہے، لانتفاء حرف الربط، پس مقارنت بھی منتفی ہے۔ فریقِ ثانی اس کا جواب یہ دیتا ہے کہ حرفِ ربط کی نفی سے مطلقاً ربط (لفظی و معنوی دونوں) نفی نہیں ہوتا، بلکہ صرف لفظی ربط کا انتفاء لازم آتا ہے وانتفاء الربط اللفظي لا يستلزم انتفاء الربط المعنوي، فلايلزم انتفاء المقارنة، لامكان ثبوت المقارنة بوجود الربط المعنوي۔

خلاصہ یہ کہ اگرچہ ربطِ لفظی مفقود ہے، لیکن ثبوتِ مقارنت کے لیے ربطِ لفظی بوجودِ حرفِ الربط ضروری نہیں، بلکہ اس کے لیے ربطِ معنوی بھی کافی ہے اور ربطِ معنوی یہاں ظاہر ہے، کیونکہ ہمارے عرف میں ایسے کلام کا مقصد ہی تین طلاق کا اثبات ہوتا ہے۔ پس ربطِ معنوی سے مقارنت بھی ثابت ہو گئی۔ فوجب وقوع الطلاق بلفظ العدد لابلفظ الطلاق كما قالوا: (وَالطَّلَاقُ يَقَعُ بِعَدَدٍ قُرِنَ بِهِ لَا بِهِ) نَفْسِهِ عِنْدَ ذِكْرِ الْعَدَدِ، وَعِنْدَ عَدَمِهِ الْوُقُوعُ بِالصِّيغَةِ. (ردالمحتار، ج ۳، ص ۲۸۷)

فریقِ اول اگر یہ دعویٰ کرے کہ فقط ربطِ معنوی کافی نہیں، بلکہ ربطِ لفظی بوجودِ حرفِ ربط بھی ضروری ہے، تو دعویٰ بلا دلیل ہے، کیونکہ متفق علیہا صورتوں میں بھی ربطِ لفظی مفقود ہے، مثلاً انت طالق ثلاثا، طلقتك ثلاثا وغیرہ میں۔

اشکال:

فریقِ اول یہ اشکال کر سکتا ہے کہ امثلہ مذکورہ میں ربطِ لفظی موجود ہے، کیونکہ اعراب قرینہ لفظیہ ہے اس بات کا کہ ثلاثا مفعول بہ یا مفعول مطلق ہے، تو فریقِ ثانی کا جواب یہ ہے کہ صورتِ مسئولہ کی تعبیر بھی اگر عربی میں ہو جائے تو عبارت یوں ہو گی: واحداً و اثنين و ثلاثا انت طالق او طلقتك

لہٰذا ربطِ لفظی علیٰ زعم الفریق الاول تو یہاں بھی موجود ہے، فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔

و ان قیل: صورتِ مسئولہ میں نصب غیر متیقن ہے، اس کے لیے کوئی دلیل قاطع نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً: اس قسم کے عبارات میں تو احتمالِ نصب ہی ظاہر ہے اور ثانیاً اگر مرفوع یا مجرور (مجروریت کا تو شاید فریقِ اول بھی قائل نہ ہو۔) بھی مان لیا جائے، تب بھی ایسے مواقع میں اعراب سے صرف نظر کر کے عرفی مفہوم کو ہی لیا جائے گا۔ اور ہمارے عرف میں اس قسم کے کلام سے مقصود تین طلاق دینا ہی ہوتا ہے جسے فریقِ اول بھی تسلیم کرتا ہے۔

الاعتبار للمقصود العرفي مع صرف النظر عن الاعراب کے لیے دلیل فقہائے کرام کا ذکر کردہ جزئیہ ذیل ہے:

(وَهِيَ عَلَى ضَرْبَيْنِ: مِنْهَا ثَلَاثَةُ أَلْفَاظٍ يَقَعُ بِهَا الطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ وَلَا يَقَعُ بِهَا إلَّا وَاحِدَةٌ، وَهِيَ قَوْلُهُ: اعْتَدِّي وَاسْتَبْرِئِي رَحِمَكِ وَأَنْتِ وَاحِدَةٌ) ـــــ وَأَمَّا الثَّالِثَةُ فَلِأَنَّهَا تَحْتَمِلُ أَنْ تَكُونَ نَعْتًا لِمَصْدَرٍ مَحْذُوفٍ مَعْنَاهُ تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً، فَإِذَا نَوَاهُ جُعِلَ كَأَنَّهُ قَالَهُ، وَالطَّلَاقُ يُعْقِبُ الرَّجْعَةَ، وَيَحْتَمِلُ غَيْرَهُ ـــــ وَلَا مُعْتَبَرَ بِإِعْرَابِ الْوَاحِدَةِ عِنْدَ عَامَّةِ الْمَشَايِخِ هُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّ الْعَوَامَّ لَا يُمَيِّزُونَ بَيْنَ وُجُوهِ الْإِعْرَابِ. (الهدایہ، ج ۱، ص ۲۳۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت۔)

(قَوْلُهُ وَلَا مُعْتَبَرَ بِإِعْرَابِ الْوَاحِدَةِ عِنْدَ عَامَّةِ الْمَشَايِخِ هُوَ الصَّحِيحُ) احْتِرَازٌ عَمَّا قَالَ بَعْضُهُمْ إنْ رَفَعَ الْوَاحِدَةَ لَا يَقَعُ شَيْءٌ وَإِنْ نَوَى، وَإِنْ نَصَبَهَا وَقَعَتْ وَاحِدَةٌ وَإِنْ لَمْ يَنْوِ لِأَنَّهَا حِينَئِذٍ نَعْتٌ لِلْمَصْدَرِ: أَيْ أَنْتِ طَالِقٌ تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً فَقَدْ أَوْقَعَ بِالصَّرِيحِ وَإِنْ سَكَّنَ احْتِيجَ إلَى النِّيَّةِ.

وَجْهُ الصَّحِيحِ أَنَّ الْعَوَامَّ لَا يُمَيِّزُونَ بَيْنَ وُجُوهِ الْإِعْرَابِ فَلَا يَجُوزُ بِنَاءُ حُكْمٍ يَرْجِعُ إلَى الْعَامَّةِ عَلَيْهِ، وَلِأَنَّ الرَّفْعَ يَجُوزُ لِكَوْنِهِ نَعْتًا لِطَلْقَةٍ: أَيْ أَنْتِ طَلْقَةٌ وَاحِدَةٌ، وَالنَّصْبُ يَجُوزُ لِكَوْنِهِ نَعْتًا لِمَصْدَرٍ آخَرَ: أَيْ أَنْتِ مُتَكَلِّمَةٌ كَلِمَةً وَاحِدَةً، وَهَذَا الْوَجْهُ يَعُمُّ الْعَوَامَّ وَالْخَوَاصَّ، وَلِأَنَّ الْخَاصَّةَ لَا تَلْتَزِمُ التَّكَلُّمَ الْعُرْفِيَّ عَلَى صِحَّةِ الْإِعْرَابِ بَلْ تِلْكَ صِنَاعَتُهُمْ وَالْعُرْفُ لُغَتُهُمْ، وَلِذَا تَرَى أَهْلَ الْعِلْمِ فِي مَجَارِي كَلَامِهِمْ لَا يُقِيمُونَهُ۔(فتح القدیر، ج۴، ص۶۳، دار الفکر)

اگر ربط و مقارنت مؤثرہ فی وقوع الطلاق کی بھی تحقیق ہو جائے کہ وہ کس نوعیت کی ہے؟ لفظی فقط، معنوی فقط یا لفظی و معنوی دونوں؟ تو بڑی کرم نوازی ہوگی۔

واجرکم علی اللہ

المستفتی: ۱: شہید نواز، فاضل دار العلوم کراچی، نائب مفتی جامعہ معراج العلوم بنوں سٹی، خیبر پختونخواہ

۲: منہاج الدین، فاضل دار العلوم کراچی، خادم دار الافتاء جامعہ معراج العلوم بنوں۔

۳: عمر نیاز، متخصص جامعہ دار العلوم کراچی صدر فقہی مجلس بنوں ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیا

اعداد مثلاً ایک، دو، تین کی اصل وضع گنتی کے لئے ہے جن سے طلاق کی گنتی بھی کی جاسکتی ہے اور غیر طلاق کی بھی، یہ اعداد بذاتِ خود طلاق دینے کے لئے موضوع نہیں ہیں، اس لئے محض اعداد کی وجہ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ ان سے طلاق کے واقع ہونے کے لئے درجِ ذیل دو شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

الف) یا تو ان کے ساتھ طلاق کا کوئی ایسا لفظ بولا جائے جو ان اعداد کا معدود بننے کی صلاحیت رکھتا ہو مثلاً یہ کہا جائے "تجھے دو طلاق"۔

ب) یا کوئی ایسا لفظ ہو جس سے ان اعداد کی اضافت صراحتاً بیوی کی طرف ہو مثلاً یہ کہے "تجھے میری طرف سے ایک، دو، تین" اس صورت میں "تجھے" کی اضافت کی وجہ سے ان اعداد کا حکم کنایاتِ طلاق کا ہوگا، اور ان سے طلاق واقع ہونے میں درجِ ذیل تفصیل ہوگی:

(الف) اگر حالتِ رضاء میں یہ الفاظ طلاق کی نیت سے کہے جائیں تو ان سے ذکر کردہ عدد کے مطابق طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو صرف ایک دو تین سے طلاق نہ ہوگی، کیونکہ یہ اعداد طلاق کے لئے "صریح" نہیں ہیں۔

(ب) اگر حالتِ غضب یا مذاکرۂ طلاق کے وقت یہ الفاظ کہے جائیں تو ان سے ذکر کردہ عدد کے مطابق طلاق واقع ہو جائے گی، چاہے طلاق دینے کی نیت ہو یا نہیں۔ (ملاحظہ فرمائیں: نمبر (۱) کے تحت مذکور عبارات)

جہاں تک طلاق کے الفاظ اور گنتی کے الفاظ میں "مقارنت" کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اعداد اور طلاق کا لفظ ایک ہی جملہ میں واقع ہوں، دونوں کے درمیان سکوت یا کلامِ اجنبی کا فصل نہ ہو، اور عدد سے مقصود طلاق کی گنتی ہو، یعنی اعداد، طلاق کے لئے تمیز واقع ہوں۔ (دیکھئے نمبر (۲) کے تحت مذکور عبارات) اور اس معاملہ میں ایک زبان کا محاورہ دوسری زبان سے مختلف ہو سکتا ہے، اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ جو محاورہ عربی میں کسی خاص معنی کے لئے استعمال ہو رہا ہو وہی محاورہ اردو، پشتو، بنگالی، انگریزی میں بھی اسی طرح استعمال ہو، اور اسکا وہی حکم ہو جو کسی دوسری زبان کا ہے۔

لہٰذا اگر "مقارنتِ طلاق" یا "اضافت الی المرأۃ" کے بغیر صرف عدد کے ذریعہ طلاق مراد لی جائے مثلاً شوہر بیوی کی طرف اضافت کے بغیر کہے کہ "ایک، دو، تین" اور ان الفاظ سے شوہر کا مقصد اپنی بیوی کو تین طلاق

(جاری ہے۔۔۔)

دینا ہو تو چونکہ اس صورت میں "رکنِ طلاق" یعنی "الفاظِ مخصوصہ" مفقود ہیں کیونکہ شرط (ب) کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اعداد کنایۂ طلاق کے حکم میں نہیں ہیں اور نہ ہی یہ الفاظ طلاق کے معنی میں اس طرح "صریح" ہیں کہ طلاق کے علاوہ کسی اور معنی میں استعمال ہی نہ ہوتے ہوں، اس لئے "رکنِ طلاق" مفقود ہوتے ہوئے صرف نیت کی بناء پر مذکورہ گنتی کے الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہو گی۔ (دیکھئے نمبر: (۳) کے تحت مذکور عبارت) (ماخذہٗ التبویب:۱۳۲۸/۶۴و۱۴۱۱/۲۱بتغییر)

❶

لما في رد المحتار – (۳ / ۲۳۰)

(قوله وركنه لفظ مخصوص) هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية فخرج الفسوخ على ما مر، وأراد اللفظ ولو حكما ليدخل الكتابة المستبينة وإشارة الأخرس والإشارة إلى العدد بالأصابع في قوله أنت طالق هكذا كما سيأتي.

وفي الدر المختار – (۳ / ۲۸۷)

(والطلاق يقع بعدد قرن به لا به) نفسه عند ذكر العدد وعند عدمه الوقوع بالصيغة.

وفي البحر الرائق، دارالكتاب الاسلامي – (۳ / ۲۸۰)

ولو قال لامرأته أنت مني بثلاث ونوى الطلاق طلقت لأنه نوى ما يحتمله، وإن قال لم أنو الطلاق لم يصدق إن كان في حالة مذاكرة الطلاق لأنه لا يحتمل الرد ولو قال أنت بثلاث وأضمر الطلاق يقع كأنه قال أنت طالق بثلاث كذا في المحيط وظاهره أن أنت مني بثلاث وأنت بثلاث بحذف مني سواء في كونه كناية وأما أنت الثلاث فليس بكناية.

وفي التاتارخانية (۲۷۵/۳،ط: إدارة القرآن)

إذا قال لامرأته "تو يكي تو سه" أو قال "ترا يكي، ترا سه" ... وقال غير أبي القاسم: ينبغي أن يكون الجواب على التفصيل إن كان في حال مذاكرة الطلاق أو في حال الغضب يقع، وإلا فلا يقع إلا بالنية

وفي التاتارخانية (۳۸۰/۳،ط: إدارة القرآن)

وفي الذخيرة: سألت المرأة زوجها أن يطلقها واحدة، فقال الزوج: "دادم يكي و دو و سه"، فقالت: "چه يكي و چه دو و چه سه؟" فلم يجبها بشيئ فقد قيل: إنها تطلق ثلاثاً

(جاری ہے۔۔۔)

❷

وفی رد المحتار – (٣ / ٢٨٧)

ولا بد من اتصاله بالإيقاع؛ ولا يضر انقطاع النفس فلو قال: أنت طالق وسكت ثم قال ثلاثا فواحدة، ولو انقطع النفس أو أخذ إنسان فمه ثم قال ثلاثا على الفور فثلاث، ولو قال لغير المدخولة: أنت طالق يا فاطمة أو يا زينب ثلاثا وقعن؛ ولو قال: أنت طالق اشهدوا ثلاثا فواحدة، ولو قال: فاشهدوا فثلاث، وكذا في الظهيرية اهـ.

قلت: وحاصله أن انقطاع النفس وإمساك الفم لا يقطع الاتصال بين الطلاق وعدده، وكذا النداء لأنه لتعيين المخاطبة، وكذا عطف فاشهدوا بالفاء لأنها تعلق ما بعدها بما قبلها فصار الكل كلاما واحدا.

وفی بدائع الصنائع، دارالکتب العلمیة – (٣ / ١٠٤)

وحكي أن الكسائي سأل محمد بن الحسن عن قول الشاعر:

فإن ترفقي يا هند فالرفق أيمن وإن تخرقي يا هند فالخرق أشأم

فأنت طلاق والطلاق عزيمة ثلاث ومن يخرق أعق وأظلم

فقال محمد – رحمه الله –: إن قال: والطلاق عزيمة ثلاث طلقت واحدة بقوله أنت طلاق، وصار قوله: والطلاق عزيمة ثلاث ابتداء وخبرا غير متعلق بالأول، وإن قال: والطلاق عزيمة ثلاثا طلقت ثلاثا، كأنه قال: أنت طالق ثلاثا والطلاق عزيمة؛ لأن الثلاث هي في الحال تفسير الموقع فاستحسن الكسائي جوابه.

وفی رد المحتار – (٣ / ٢٣٠)

وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاها ثلاثة أحجار ينوي الطلاق و لم يذكر لفظا لا صريحا ولا كناية لا يقع عليه كما أفتى به الخير الرملي وغيره.

❸

وفی الفتاوىٰ الخيرية علىٰ هامشِ تنقيح الفتاوىٰ الحامدية – (١/٦٤، ط: حقانية)

(سئل) في رجل قال لغلام عنده: خذ ثلاث حصيات، من الأرض وارمها لزوجي، و لم يذكر الآمر والمأمور لفظ الطلاق، هل يقع على زوجته به طلاق أم لا؟

(أجاب) لا يقع به الطلاق إذ العدد إنما يفيد العلم عرفاً وشرعاً إذا اقترنت بالاسم المبهم ولا طلاق هنا ملفوظ فكان لغواً - والله أعلم -

وفی الدر المختار – (٣ / ٢٣٠)

وألفاظه صريح وملحق به وكناية...وركنه لفظ مخصوص

وفی رد المحتار – (٣ / ٢٣٠)
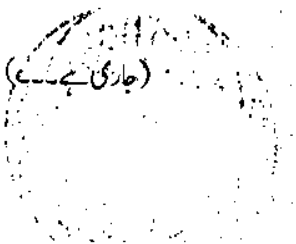
(قوله صريح) هو ما لا يستعمل إلا في حل عقدة النكاح سواء كان الواقع به رجعيا أو بائنا كما سيأتي بيانه في الباب الآتي (قوله وملحق به) أي من حيث عدم احتياجه إلى النية كلفظ التحريم أو من حيث وقوع الرجعي به وإن احتاج إلى نية: كاعتدي واستبرئي رحمك وأنت واحدة أفاده الرحمتي (قوله وكناية) هي ما لم يوضع للطلاق واحتمله وغيره كما سيأتي في بابه.

وفی الدر المختار – (٣ / ٢٤٧)

باب الصريح (صريحه ما لم يستعمل إلا فيه) ولو بالفارسية

وفی رد المحتار – (٣ / ٢٤٧)

(قوله ما لم يستعمل إلا فيه) أي غالبا كما يفيده كلام البحر. وعرفه في التحرير بما يثبت حكمه الشرعي بلا نية، وأراد بما اللفظ أو ما يقوم مقامه من الكتابة المستبينة أو الإشارة المفهومة فلا يقع بإلقاء ثلاثة أحجار إليها أو بأمرها بحلق شعرها وإن اعتقد الإلقاء والحلق طلاقا كما قدمناه لأن ركن الطلاق اللفظ أو ما يقوم مقامه مما ذكر كما مر (قوله ولو بالفارسية) فما لا يستعمل فيها إلا في الطلاق فهو صريح يقع بلا نية، وما استعمل فيها استعمال الطلاق وغيره فحكمه حكم كنايات العربية في جميع الأحكام بحر. وفي حاشية للخير الرملي عن جامع الفصولين أنه ذكر كلاما بالفارسية معناه إن فعل كذا تجري كلمة الشرع بيني وبينك ينبغي أن يصح اليمين على الطلاق لأنه متعارف بينهم فيه. اهـ. قلت: لكن قال في [نور العين] الظاهر أنه لا يصح اليمين لما في البزازية من كتاب ألفاظ الكفر: إنه قد اشتهر في رساتيق شروان أن من قال جعلت كلما أو علي كلما أنه طلاق ثلاث معلق، وهذا باطل ومن هذيانات العوام اهـ فتأمل.... واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

زبیر احمد عفی عنہ
زبیر احمد کراچوی
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی
۱۴۳۶/۱۰/۲۶ھ
۲۰۱۵/۸/۱۲ء

الجواب صحیح
[illegible] عبد المنان عفی عنہ
۲۶/۱۰/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ
۲۶ شوال ۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح
[illegible]
۲۶/۱۰/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح
[illegible]
۲۷/۱۰/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح
محمد یعقوب عفا اللہ عنہ
۲۷/۱۰/۱۴۳۶ھ